اختلاف قراءات پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

ڈاکٹر حافظ حسین اظہر*

The Orientalists believe that all Islamic scholars and reciters are liars and slanderers, who removed every qirat from the Ottoman ritual, which had the possibility of coming out of its ritual.The main purpose of these Orientalists is to somehow create doubts in the hearts of people about the safe book of Allah, the Holy Qur'an, and to prove false the promise of Allah, which He has made regarding the protection of the Holy Qur'an. have taken the responsibility and deny the blessed verse of the Qur'an "Neither can falsehood come from before this Qur'an nor from behind it". Also, they want Muslims to accuse Muslims of changing their books as they are accused of changing their books.It is obvious to everyone, general and special, that the Qur'an has been transmitted to us through a definite proof of frequency, which is also written in the Musahaf. In the same way, the frequent recitations of the Qur'an are also transmitted to us through definite proof of frequency according to this ritual, or there are some recitations that are not frequent, but are transmitted by reliable narrators with authentic chain of transmission and between the reciters. They are known and famous. Such qiraats are very few, if not negligible, in which the requirement of frequency is not fulfilled, these qiraats have also reached us by direct hearing and the different ways of paying them and the explanation of their pronunciation also by direct hearing. In the article under review, the objections of the Orientalists on reciting the Qur'an have been reviewed.

key words: Orientalists, Qur'an, Qiraat,Hadith,Muhadseen

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کے باوجود مسلمانوں نے اس کی حفاظت کی ضرورت سے آنکھیں بند نہیں کیں۔ نہ صرف اس کا ایک ایک حرف اور حرکت محفوظ ہے بلکہ اس کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے بھی تسلسل اور تواتر سے پوری صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ہی اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔ اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے قرآن کے متن کے غیر معتبر ہونے کے نقطہ نگاہ کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ مستشرقین کا خیال ہے کہ تمام علمائے اسلام اور قراء جھوٹے اور افترا پرداز ہیں، جنہوں نے رسم عثمانی سے ہر وہ قراءت نکال لی، جس کا اس کے رسم سے نکلنے کا احتمال تھا۔

*اسسٹنٹ پروفیسر (TTS)، شعبہ سماجی علوم،، یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنس، لاہور

ان مستشرقین کا اوّل مقصود یہ ہے کہ وہ کسی طرح اللہ کی محفوظ کتاب قرآن مجید کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کریں اور اللہ کے اس وعدے کو جھوٹا ثابت کریں جو کہ اس نے قرآن مجید کی حفاظت کے حوالے سے اپنے ذمہ لیا ہے اور قرآن کی آیت مبارکہ "باطل اس قرآن کے نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے" کو جھٹلائیں۔ نیز وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ جیسے ان کی کتابوں کے بارے میں ان پر مسلمانوں کی طرف سے یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں کو تبدیل کر دیا ہے وہ یہی الزام مسلمانوں پر بھی ان کی کتابوں کے بارے میں لگائیں۔

یہ بات عام و خاص سب پر عیاں ہے کہ قرآن ہم تک قطعی الثبوت تواتر کے ذریعے نقل کیا گیا ہے، جو مصاحف میں بھی لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح قرآن کی متواتر قراءات بھی اس رسم کے مطابق ہم تک قطعی الثبوت تواتر کے ذریعے منقول ہیں یا بعض قراءات ایسی بھی ہیں کہ جو اگرچہ متواتر تو نہیں ہیں، لیکن صحیح سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے منقول ہیں اور قراء کے مابین معروف و مشہور ہیں۔ ایسی قراءات بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں کہ جن میں تواتر کی شرط پوری نہ ہو رہی ہو، یہ قراءات بھی براہ راست سماعت سے ہم تک پہنچی ہیں اور ان کی ادائیگی کے مختلف طریقے اور تلفظ کی وضاحت بھی براہ راست سماعت سے منقول ہے۔ مستشرقین کی طرف سے جہاں حدیث، فقہ، سیرت اور تدوین قرآن پر اعتراضات سامنے آئے وہاں قرآن کریم کی قراءات کو بھی ان کی طرف سے مشکوک کرنے کی کوشش کی گئی ان مستشرقین میں سے کہ جنہوں نے قراءات قرآنیہ پر کسی نہ کسی طور اعتراضات کئے درج کئے جاتے ہیں:

مشہور مستشرق مارگولیتھ قرآن کے بارے میں لکھتا ہے:

> "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے نسخے کے علاوہ دوسرے نسخے جلوا دینے کے عمل سے قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اب ہمیں قرآن کا حقیقی متن نہیں مل سکتا۔"[1]

اسی طرح کے ایل ناصر لکھتا ہے:

حضرت عثمان غنیؓ نے جب مصحف تیار کروایا تو انہوں نے سات قراءتوں میں سے چھ کو منسوخ کر دیا۔ اور لوگوں کو ایک ہی قراءت (حرف) پر جمع کر دیا۔ اس طرح ان کے بقول حضرت عثمان غنیؓ نے 7/1 قرآن باقی رہنے دیا اور 7/6 ضائع کر دیا[2]

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اصل مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں:

- مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید قرآن کا ہر لفظ سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تھی۔ حالانکہ اصل صورتحال ایسی نہ تھی۔
- سبعہ احرف محض الفاظ کی ادائیگی کا فرق تھا۔ ایک لفظ دوسرے لفظ کے مترادف تھا۔ سات میں سے کوئی ایک اختیار کر لیا گیا تو قرآن کا لفظ ادا ہو گیا۔ اس فرق سے معانی کا بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

اس نقطہ نگاہ کا اصل جواب یہ ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو لوگوں کو متواتر اور ثابت شدہ قراءتوں پر جمع کیا تھا۔ یہ تو حقیقت ہی کے برعکس ہے کہ انہوں نے سات قراءتیں یا سبعہ احرف کو ختم کر کے ایک 'حرف' پر لوگوں کو جمع کیا تھا۔[3]۔

مصحف عثمانی میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا تھا کہ اس میں وہ ساری قراءتیں اور حروف سما سکیں۔ آپؓ نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا بلکہ صحیح تر لفظوں میں آپ کے مصحف کا اصلی مقصد یہ تھا کہ شاذ قراءتوں کے پھیلنے کا سدّباب کیا جائے اور جائز و ثابت شدہ قراءتوں میں قرآن کو محدود کیا جائے۔[4]۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا رسم الخط اختیار کیا جس میں 'ساتوں حروف' سما سکیں۔ امام ابن حزم نے اس سلسلے میں اپنی کتاب، "كتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل" میں مدلل بحث کی ہے اور اس قسم کے اعتراضات کا ردّ خالص عقلی اور منطقی انداز میں کیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں قرآن میں تغیر و تبدل ہو گیا تھا۔ امام موصوف نے خود یہود و نصاریٰ کی طرف سے کئے گئے کچھ اعتراضات کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ان کا ردّ فرمایا ہے[5] انہوں نے مندرجہ ذیل اعتراضات نقل کئے ہیں:

- مسلمان اپنی کتاب کی نقل کو کس طرح صحیح کہہ سکتے ہیں حالانکہ اس کی قراءت میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ بہت سے حروف بڑھاتے ہیں اور بعض انہیں نکال ڈالتے ہیں۔
- مسلمان ایسی اسانید سے جو تمہارے یہاں انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہیں روایت کرتے ہیں

کہ تمہارے نبی ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے چند گواہوں نے اور ان کے ایسے تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے جن کی تم تعظیم کرتے ہو اور اپنا دین ان سے اخذ کرتے ہو، قرآن کو ایسے زائد مبدلہ الفاظ میں پڑھا ہے تم لوگ ان الفاظ میں پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کا مصحف تمہارے مصحف کے خلاف تھا۔

ان میں ایک بات یہ ہے کہ مسلمان علماء کے چند گروہ جن کی مسلمانوں کے ہاں تعظیم کی جاتی ہے اور ان سے اپنا دین اخذ کرتے ہیں کہ عثمان بن عفانؓ نے بہت سی صحیح قراءتوں کو نکال ڈالا۔ جب انہوں نے وہ مصحف لکھا جس پر انہوں نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور ان سات حرفوں میں سے جن میں مسلمانوں کے نزدیک قرآن نازل کیا گیا ہے اسے صرف ایک حرف پر کر دیا۔

کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو بدل ڈالا۔ اور اس کو گھٹا بڑھا دیا۔[6]

علامہ ابن حزم نے ان اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے لیکن اس مقام پر ہم صرف اس پہلو کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن میں کوئی ناروا تغیر کیا تھا؟ حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے سات میں سے چھ حروف کو مٹا دیا تھا۔[7]

وہ فرماتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں ہوئے ہیں کہ تمام جزیرہ العرب مسلمانوں، قرآنوں، مساجد اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قرآء حضرات بچوں، بڑوں اور دور و نزدیک کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یمن جو ایک وسیع علاقہ تھا۔ بحرین، عمان جن کی آبادی وسیع تھی اور متعدد دیہاتوں شہروں پر مشتمل تھی مکہ، طائف، مدینہ، شام، جزیرہ، مصر، کوفہ، بصرہ، ان تمام مقامات پر اس قدر قرآن اور قاری موجود تھے کہ ان کا شمار خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر حضرت عثمان غنیؓ ایسا قصد کرتے بھی جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو بھی ہرگز ایسا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے[8]

مزید فرماتے ہیں:

یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کیا تو یہ بھی باطل ہے گذشتہ سطور میں قرآن، مساجد، حفاظ اور قرآء کی جس کثرت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی روشنی میں حضرت عثمان غنیؓ اس پر قادر ہی

نہیں ہو سکتے تھے اور نہ انہوں نے کبھی ایسا کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہیں تو محض اس بات کا اندیشہ ہوا تھا کہ کوئی آدمی بعد میں آکر دین میں کوئی گڑبڑ نہ کر دے۔ یا اہل خبر میں سے ہی کوئی شخص وہم کا شکار ہو کر قرآن مجید کا کوئی حصہ بدل ڈالے۔ کسی بھی صورت میں ایسا اختلاف ہو سکتا تھا کہ جو گمراہی تک پہنچا دے۔ انہوں نے قرآن لکھ کر مختلف سمتوں میں بھجوائے کہ اگر کہیں اختلاف پیدا ہو تو اس نسخے کی طرف رجوع کر لیں۔ کیونکہ یہ نسخے محض حضرت عثمان غنیؓ کی ذاتی صوابدید کے مطابق نہیں لکھے گئے تھے بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفقہ نسخے تھے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے چھ حروف مٹا دیئے وہ جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے اگر حضرت عثمان غنیؓ ایسا کرنا چاہتے بھی تو وہ اس پر قادر ہی نہ تھے۔ پھر مسلمانوں کا تو متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن سے کسی ایک شے کو بھی خارج کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ ساتوں حروف ہمارے ہاں اس وقت بھی موجود ہیں جیسے یہ پہلے دن موجود تھے۔ یہ سبعہ احرف مشہور وماثور قراءتوں کی شکل میں آج بھی محفوظ وثابت ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کے قرآن بدل دینے کے بارے میں امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس وقت تک لاکھوں قرآن موجود تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ لاکھ کوشش کرتے تب بھی وہ تمام کے تمام قرآن سرکاری تحویل میں نہیں لے سکتے تھے۔ جب اتنی کثیر آبادی اور وسیع علاقے کے لوگوں کو ایک انداز سے قرآن یاد ہو گا تو حضرت عثمانؓ کی تبدیلی کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔

مستشرقین نے تمام زور استدلال اس پر صرف کر دیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کا مصحف نا قابل اعتبار، غیر مرتب اور نامکمل تھا۔ اس کے لیے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی کئی ایک آیات اب قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں جو پہلے موجود تھیں۔

اعتراض زیر نظر کا جواب اس حقیقت کی روشنی میں بھی دیا جاسکتا ہے کہ عرضہ اخیرہ تک کئی ایک آیات منسوخ ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ولا شک أن القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الأخيرة فقد صحّ النّص بذلک عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زرّ بن حبيش قال: قال لی ابن عباس: أي القرائتين تقرأ؟ قلت: الأخيرة قال: فإن النبي ﷺ كان يعرض القرآن علٰى

جبريل في كل عام مرة۔ قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرتين، فشهد عبداالله يعني ابن مسعود ما نسخ منه وما بدّل"[9]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ قرار دے دی گئیں۔ صرف حضرت ابی بکرہؓ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں گی۔ کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ نے جو مصحف تیار کروایا وہ عرضہ اخیرہ کے مطابق تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے قران مجید میں کسی قسم کا اپنی طرف سے ایسا تصرف نہیں کیا کہ جسے تحریف کہا جائے۔

بعض لوگوں نے مصحف عثمانی کے بارے میں یہ ابہام پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں رسم الخط کے بارے میں کہیں اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے[10] اور دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا تو پھر قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟

اس ابہام کا ازالہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریر اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف یعنی 'حرفِ قریش' کو باقی رکھا لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان غنیؓ کے اس ارشاد پر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے 'حرفِ قریش' کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم کروادیا تھا بلکہ مجموعی طور پر تمام روایات کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان غنیؓ کا مطلب یہ تھا کہ اگر قرآن کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی اس ہدایت کے بعد صحابہؓ نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا۔ اس اختلاف کا ذکر امام زہری نے یوں فرمایا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ اور باقی اراکین کمیٹی کے درمیان اختلاف ہوا کہ تابوت کو تابوۃ لکھا جائے یا تابوت۔ چنانچہ اسے قریش کے طریقے کے مطابق تابوۃ لکھا گیا[11]۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ اور قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے رسم الخط کا اختلاف مراد تھا نہ کہ لغات کا۔

مصحف عثمانؓ کے بارے میں ایک ابہام یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سبعہ احرف کے اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحف عثمانؓ میں شامل نہیں ہو سکے۔ حضرت ابو بکرۃؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

> ''حضرت جبریل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس آئے اور کہا پڑھئے ایک حرف پر ۔ میکائیل علیہ السلام نے کہا ان کے لیے اضافہ کیجئے تو کہا پڑھئے دو حرفوں پر۔ میکائیل علیہ السلام نے پھر کہا ان کے لیے اضافہ کریں تو اضافہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ سات حروف کے اضافے تک پہنچ گئے اور کہا کہ ان پر پڑھئے ہر ایک حرف ان کے لیے کافی وشافی ہے بجز اس کے کہ کوئی آیت رحمت میں مخلوط ہو جائے۔ مثلاً تعال ھلمَّ اور أقبل (کہ یہ الفاظ متعدد ہیں لیکن معنی سب کا ایک ہے) اور مثلاً اذھب اسرع اور عجل (کہ ان کا معنی بھی ایک ہی ہے)''[12]

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد مزید تفصیل بیان کی ہے:

ورقا ابن ابی نجیح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُبی ابن کعبؓ آیت {لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا}[13] کو 'امھلونا' کو 'أخّرونا' جیسے لفظوں سے پڑھنے کی اجازت دے دیا کرتے تھے اور ان تینوں کے معانی 'مہلت دو' ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف لغات پر پڑھنے کی اجازت محض ابتدائی دور میں تھی کیونکہ بعض لوگوں کے لئے لغت قریش کا تلفظ ممکن نہ تھا۔ مثلاً ہذیل والوں کے لیے یمن کی لغت دشوار تھی۔ مگر الفاظ کی یہ وسعت صرف اسی حد تک تھی کہ متحد و یکساں ہی رہیں۔ یہ ایک رخصت تھی جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا تا آنکہ لوگوں کے باہمی میل جول اور روابط کے بڑھنے سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغات پر قادر ہو گیا حتیٰ کہ تمام لغات کا مرجع و مدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت بن گئی تو باقی منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی ابتداء میں جن عاجز افراد کو عذر و مجبوری کی بناء پر دوسری لغت میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ بھی ختم کر دی گئی۔[14]

قرآن مجید کے حقیقی متن کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جسے حضور ﷺ یا آپ ﷺ کے بعد قرآن مجید سے خارج کیا گیا ہو۔ جو چیز چھوڑ دی گئی تھی وہ قرآن مجید کا متن نہ تھی۔

قرآن کریم کی مصوئنیت مسلمانوں کے ہاں مسلم ہے اور اس کی نصوص پر کس قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ گولڈ زیہر نے مسلمانوں کے اس دعوی کو غلط ثابت کرنے، قرآنی نص کو محلِ اضطراب اور غیر ثابت متن قرار دینے کے لیے قراءات کو اپنا ہتھیار بنایا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ تمام تشریعی کتب میں سے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کو سب سے زیادہ اِضطراب اور عدمِ ثبات کا سامنا کرنا پڑا، اس نے دیگر کتب ساویہ سے قرآن کا تقابل کرتے ہوئے نصِ قرآنی کی بابت زیادہ شبہات پیش آنے کا نظریہ قائم کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

یعنی کسی بھی مذہب کے عقیدہ کی آسمانی یا الہامی کتاب جس کی نص کو موجودہ دور میں سب سے زیادہ اضطراب اور عدمِ ثبات کا مسئلہ در پیش ہے وہ قرآنی نص ہے۔[15]

ہم اس شبہ کا جواب دینے سے قبل یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے اشکالات ملحدین بہت پہلے سے کرتے چلے آرہے ہیں اور اہلِ علم ان کا بڑی شد و مد سے جواب بھی دے چکے ہیں۔ نصِ قرآنی کی عدمِ توثیق کے حوالہ سے بنیادی طور پر ابن قتیبہ (م۲۷۶ھ) نے متفرق بنیادی شبہات کا اصولی رد کر دیا ہے اور اس اعتراض پر تفصیلی کلام کیا ہے۔[16]

ہمارے خیال میں مستشرق موصوف کا یہ دعویٰ بڑا تعجب خیز ہے:

گولڈ زیہر نے سابقہ شریعتوں کی کتب کو ان کی اصلی نصوص میں نہیں دیکھا تو کیسے حکم لگا سکتا ہے کہ ان میں قرآن کی طرح متعدد قراءات و وجوہ نہیں تھیں۔

جبکہ اسی باب میں گولڈ زیہر تلمود، تورات کے ایک ہی وقت میں کثیر زبانوں میں نازل ہونے کا قول اختیار کرتا ہے۔[17]

غرض گولڈ زیہر کا یہ اعتراض تاریخی اور عقلی ہر دو اعتبار سے باطل ہے جس پر دلائل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ نصِ قرآنی کو کسی قسم کا کوئی اضطراب یا عدمِ ثبات پیش نہیں آیا، کیونکہ اِضطراب اور عدمِ ثبات کا مطلب یہ ہے کہ کسی نص کو مختلف وجوہ اور متعدد صورتوں پر اس طور پڑھا جائے کہ ان صورتوں کے مابین معنی اور مراد ایک دوسرے کے منافی اور معارض ہوں یا ان کا ہدف ومقصود بالکل مختلف چیزیں ہوں اور وہ مفہوم ایسا ہو کہ روایات سے اس کا ثبوت بھی نہ ہو، لیکن اگر نص

میں وارد ہونے والی مختلف صورتیں متواتر روایات پر مبنی ہوں اور معنی میں بھی تضاد واقع نہ ہو تو اس کو اضطراب یا عدمِ ثبات نہیں کہا جاتا۔ جبکہ قرآن میں موجود وجوہ اور صورتیں ہر قسم کے تناقض سے پاک ہیں اور نہ ہی ان کے معانی میں تعارض وتضاد ہے بلکہ وہ تمام صورتیں ایک دوسرے کو ظاہر اور ثابت کرتی ہیں۔[18]

قرآن کی معتمد قراءات، بسا اوقات، ایک ہی نص میں مختلف ہوتی ہیں، لیکن ان سب کی نسبت چونکہ مصدرِ اصلی (رسول اللہ ﷺ) کی طرف ہوتی ہے لہٰذا وہ تمام صورتیں بھی قرآن ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے بقول قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ نے اجازت دی کہ جس میں سہولت ہو وہی اختیار کر لو۔[19]

بعض عیسائیوں نے غالباً اپنی کتاب میں بے شمار تحریفات اور انجیل کے مختلف نسخوں میں اختلافات کو قرآنی قراءات کی طرح قرار دیتے ہوئے یہ کہا کہ:

"إننا مختلفون فی قراءة کتابنا فبعضنایزید حروفا وبعضنا یسقطها[20]

امام قرافی نے نصاریٰ کے اس زعم کے جواب میں کافی طویل بحث کی ہے جس میں انہوں نے انجیل اور قرآنی آیات کے درمیان فروق کو واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قراءاتِ مختلفہ کی اِجازت کا پس منظر قبائلِ عرب کی مختلف لغات تھیں، کوئی امالہ کرتا تو کوئی تفخیم، کسی کی لغت میں مد ہے کسی میں قصر، کسی کے نزدیک حروف میں جہر ہے تو کسی کے نزدیک اخفاء۔ اگر سب کو ایک ہی لغت کا مکلف قرار دیا جاتا تو ان کو مشقت اٹھانی پڑتی، اس مشقت کو دور کرنے کیلئے قراء ات نازل ہوئیں اور یہ سب کی سب نبی ﷺ سے متواتر طریقہ سے مروی ہیں۔ سو ہمیں ان تمام قراءات پر اعتماد ہے کہ یہ من جانب اللہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلی ہوئی ہیں۔ اس کے برعکس عیسائی اپنی اناجیل کے مصنفین کو عادل راویوں کے ذریعہ ثابت کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ اس لحاظ سے عالمِ عیسائیت کے پاس انجیل کے کسی حرف کے بارے میں یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اللہ کا کلام ہے لہٰذا انجیل کے حاملین، مسلمانوں کے قرآن کے اصول و قواعد کا اپنی کتاب پر اطلاق کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔[21]

غرضیکہ اختلافِ قراءات، اضطراب اور عدم ثبات کے قبیل سے نہیں بلکہ یہ سب قراءات ہمیں یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ سے بطریقِ تواتر وصول ہوئی ہیں اور ان میں سے ہر قراءت قرآن ہے۔ لہٰذا گولڈزیہر کا یہ شبہ کسی طرح کی عقلی و نقلی دلیل سے قطعاً عاری ہے اور اگر یہ قرآن کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، لیکن چونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اس لئے اختلافات سے پاک ہے۔ تاہم اختلافِ قراءات کی نوعیت سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

قراءات کا اختلاف اس اختلاف کے قبیل سے نہیں جس میں تضاد یاتناقض پایا جاتا ہے بلکہ یہ اختلاف، تغایر اور تنوع کا ہے جو قرآنی اعجاز کی علامت ہے ۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ (م۲۷۶ھ)اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الاختلاف نوعان: اختلاف تغایر،واختلاف تضاد فاختلاف التضاد لایجوز،ولیست واجده بحمد اللهفی شئ من القرآن الافی الامروالنهی من الناسخ والمنسوخ و اختلاف التغایر جائز"[22]

تغیر و تنوع کا یہ اختلاف قرآنی قراءات میں موجود ہے اور ہر قراءت ایک مستقل آیت کے حکم میں ہے یقینا یہ اختلاف 'ایجاز' کو واضح کرتا ہے۔ قرآن کا سارا مزاج ارشاد و تعلیم کے اسی راستہ پر چلتا ہے۔[23]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ولا نزاع بین المسلمین أن الحروف السبعة التی أنزل القرآن علیها لا تتضمن تناقض المعنی وتضاده، بل قد یکون معناها متفقاً أو متقارباً،کما قال عبد الله ابن مسعود: إنما هو کقول أحدکم: اقبل، وهلم وتعال" [24]

امریکی مستشرق آرتھر جیفری مستشرقین کے اس طبقہ ثانی سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے نو آبادیاتی دور کے بعد زبان و بیان کے اسرار و رموز اور لسانیاتی

مباحث کو اپنا موضوع تحقیق بنایا اور انہیں اپنے پیشرو مستشرقین کی طرح افریقہ اور ایشیاء کے مسلم علاقوں میں نوآبادیاتی آقاؤں کے مشیر بننے کا موقع نہ مل سکا۔

قرآن حکیم کو مطالعہ کا میدان بناتے ہوئے جیفری کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن حکیم کا حقیقی مقام و مرتبہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"عیسائیت بائبل کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام قرآن کے بغیر قطعی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا۔"[25]

غالباً اسلامی نظام حیات کے لیے قرآن حکیم کی اسی اہمیت نے جیفری کو اپنی زندگی اس کے مطالعہ و تحقیق میں کھپانے پر آمادہ کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ "قرآن نبی ﷺ کی تصنیف ہے اور اس کے حرف آغاز سے حرف آخر تک قرآن پر محمد ﷺ کی مہر صاف طور پر جھلکتی ہے۔"[26]

جیفری نے منتخب قرآنی سورتوں کا خود ساختہ نئی ترتیب نزولی کے مطابق ترجمہ کیا اور اس نے تقریباً چھ ہزار ایسے مقامات کی نشاندہی کی جو کہ مصحف عثمانی سے مختلف تھے۔ اس نے قراءات کے یہ سارے اختلاف تفسیر، لغت، ادب اور قراءت کی کتابوں میں سے جمع کئے۔ اس کام کے لیے ابن ابوداؤد کی کتاب 'کتاب المصاحف' اس کا بنیادی ماخذ رہی۔

مصحف عثمانی کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے کی غرض سے اختلاف قراءت کی روایات کو کمزور تسلیم کرنے کے باوجود، جیفری مصحف پر اجماع کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں بھی لیت و لعل سے کام لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ بعض اختلافی قراءتیں حقیقی ہیں اور مصحف عثمانی کی تنفیذ سے قبل ان کی تلاوت جائز تھی، کیونکہ وہ ان سات قراءات میں سے تھیں جن کی اجازت دی گئی تب بھی 'متواتر' روایات جو کہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوئیں ہر 'خبر احاد' جو ایک شخص سے دوسرے شخص تک آئیں کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔[27]

اختلاف قراءت پر بحث کرتے ہوئے جیفری قرآن حکیم کے بذریعہ حفظ سینہ، بہ سینہ نسل در نسل منتقل ہوئے جیسے اہم عامل کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مصحف عثمانی ایسا سرکاری نسخہ نہ تھا جس کو کمیٹی نے تشکیل دینے کے بعد چھپا کر رکھ دیا ہو۔ بلکہ وہ ہر ایک اہل علم کے سامنے تھا۔ سرکاری نسخہ جس کو تاریخ نے 'المصحف الامام' کے نام سے یاد رکھا ہے کی ایک نقل مدینہ منورہ میں رکھی گئی تھی جبکہ دیگر متعدد نقول اس دور کی اسلامی ریاست کے دیگر شہروں کو بھیجی گئی تھیں۔ ہزاروں ایسے صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ

میں موجود تھے جن کو پورا قرآن پاک نہیں تو اس کا بہت بڑا حصہ حفظ تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں نبی اکرم ﷺ کے قرآن حکیم کی تلاوت کے طریقوں کا براہ راست علم تھا۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ کاتبین وحی سمیت ان تمام صحابہ کرامؓ نے جن کے پاس قرآن حکیم کا کامل یا بعض حصہ تحریری شکل میں موجود تھا، اپنے حفظ قرآن کی بنا پر مصحف عثمانی کی قراءت کو نبی اکرم ﷺ کی قراءت قرار دیتے ہوئے اس کی تائید وتثویب فرمائی۔

'مقابل مسودات قرآن' کے متعارف کرانے کی پرجوش سرگرمی میں جیفری اس حقیقت کو بھی نظر انداز کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے، کہ اگرچہ تذبذب کے بعد ہی سہی مگر عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنی قراءت کو مصحف عثمانی کے حق میں واپس لے لیا[28]

جیفری حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے کسی ایسے بیان کو سامنے لانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکا جس میں انہوں نے مصحف عثمانی کی کسی ایک بھی قراءت کو نبی اکرم ﷺ کی قراءت کے خلاف قرار دیا ہو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بعد حضرت ابی بن کعبؓ دوسرے صحابی رسول ہیں جن سے اختلافی قراءت کا ایک بہت بڑا ذخیرہ منسوب کیا گیا ہے، اگرچہ جیفری اعتراف کرتا ہے کہ تمام ثانوی مسودات حضرت ابن مسعودؓ سے منسوب نسخے سے اَخذ کئے گئے ہیں اور حضرت ابی بن کعبؓ کے مسودہ قرآن سے کوئی بھی نسخہ اَخذ نہیں کیا گیا۔ اس اعتراف کے باوجود وہ حضرت ابی بن کعبؓ سے منسوب مختلف قراءتوں کو بنیادی اہمیت دیتا ہے اور اس حقیقت کو پس پشت ڈال دیتا ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ اس کمیٹی کے ممبر تھے جس نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم پر قرآن حکیم کو جمع کرنے کی عظیم الشان خدمت سرانجام دی تھی۔ ایک اور صحابی رسول حضرت علیؓ ہیں جن سے مصحف عثمانی کی تنفیذ سے قبل ایک نسخہ منسوب ہے۔ ان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مصحف کو نافذ کرنے کی جراَت مندانہ فیصلے پر اپنے کامل اطمینان وتشکر کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> "اگر عثمان کی بجائے بار خلافت میرے کندھوں پر ہوتا تو یقیناً میں بھی
> قرآن حکیم کی جمع وتدوین میں وہی کام کرتا جو عثمانؓ نے کیا ہے۔"[29]

جیفری اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ قرآن حکیم میں اختلاف قراءت کی بحث زمانہ مابعد کے الٰہیات، لسانیات اور صرف ونحو کے ماہرین نے ایجاد کی اور اپنے نام اور کام کو اعتماد بخشنے کے لیے اسے دور اولیٰ کی مقتدر علمی شخصیات کی طرف منسوب کر دیا[30]

پھر بھی آخر دم تک قرآن حکیم کی "حقیقی قراءت" کی بحالی کی کوششوں میں مگن رہا۔[31]
جیفری اس اہم حقیقت کی طرف سے بھی آنکھیں بند کرلیتا ہے کہ اختلاف قراءت قرآن کے ابتدائی ماخذ ابن ابی داؤد متوفی ۳۱۶ھ ابن الانباری اور ابن الاشطہ ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے اختلافی قراء تیں چوتھی صدی ہجری میں نقل کیں۔ ان روایات کے رواۃ متصل ہیں اور نہ ہی ان کی سند قابل اعتماد ہے۔
آرتھر جیفری اپنے پیش رو مستشرق بیل (Bell) کی طرح اسلام اور اس کی مقدس کتاب قرآن حکیم سے اپنی نفرت پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ قرآن حکیم کی جمع و تدوین پر بحث کرتے ہوئے بیل (Bell) کی پیروی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جمع و تدوین کی کاوشوں کو ان کی خالص نجی سعی و کاوش قرار دیتا ہے۔[32]
یہ بات نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے کہ وہ کتاب المصاحف میں درج اختلاف قراءت پر مبنی روایات کو من وعن صحیح تسلیم کرلیتا ہے مگر انہی کتب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جمع و تدوین قرآن کی خدمت کے بارے میں روایات کو بغیر کوئی معقول وجہ بتائے رد کر دیتا ہے۔ حالانکہ حدیث اور تاریخ کے ماخذوں میں ان روایات کی سند نہایت قوی اور ان کا پایہ استناد بہت مضبوط ہے۔
یہ اسلامی تاریخ کی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جمع مدون کیا ہوا نسخہ ہی مصحف عثمانی کی اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ مصحف عثمانی کے بارے میں جیفری یہ سمجھنے میں بھی ناکام رہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کن اہم مقاصد کے پیش نظر اس بھاری کام کا بیڑا اٹھایا۔ وہ قرآن حکیم میں اختلاف لہجات کی اشاعت کے اثرات کا فہم و ادراک بھی نہ کر سکا کہ جن کے بارے میں شکایات کے سبب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس مسئلے کے حل کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ دیگر شارحین کی طرح ابو محمد مکی القیسیؒ نے بھی اس بات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب قرآن حکیم کے متعدد طرق سے پڑھنے کے بارے میں شکایات موصول ہوئیں تو انہوں نے جس طریق پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے تھے اس کو باقی رکھ کر اس کے علاوہ تمام طرق کے مطابق تلاوت قرآن حکیم پر پابندی عائد کر دی۔ باوجود اس کے کہ عہد نبوی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اجازت دی ہوئی تھی۔[33] القیسی کا بیان ہے کہ کم از کم ۱۲ ہزار صحابہ کرامؓ اور تابعین پر مشتمل ایک جماعت نے اس وقت کی اسلامی سلطنت کے طول و عرض میں پھیل کر مصحف عثمانی کے مطابق تلاوت قرآن حکیم سکھانے اور اس کے علاوہ رائج طریقوں سے منع کرنے کی خدمت انجام دی[34]

یہ یقیناً نا قابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بھاری تعداد میں صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے کسی ایسی قراءت قرآن کو رائج کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے جس کا انتساب نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی جانب ہوتا۔

نتیجہ بحث

قرآن کریم اپنی تمام قراءات و وجوہ کے ساتھ ثابت ہے اور کلام اللہ کی حقانیت پر مسلمانوں کے غیر متزلزل ایمان کے پیش نظر مستشرقین و غیر مسلم ناقدین کی طرف سے قراءات قرآنیہ کو بنیاد بنا کر نصوص قرآنیہ کو مشکوک کرنے کی کوشش کی گئی جس کے لیے بظاہر قراءات کے تضادات و اضطرابات کو سامنے لایا گیا جو درحقیقت وجوہ و مترادفات اور ایسے لہجات ہیں کہ جس کی ادائیگی کی اجازت اللہ تعالی نے صاحب قرآن کے ذریعے امت مسلمہ کو مرحمت فرمائی۔ مستشرقین اور ناقدین کے قراءات پر اعتراضات کی بنیاد یا تو ضعیف و موضوع روایات ہیں یا پھر وہ شاذ و مرجوح اقوال ہیں جنہیں علمائے امت نے اہمیت نہیں دی لہذا مستشرقین قراءات سے متعلقہ اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں اور ان تعصب، کم علمی پر مبنی غیر مستند دلائل کو علمائے ربانی نے طشت از بام کرتے ہوئے قرآن کریم اور قراءات کی مصوئنیت کو عقلی و نقلی براہین سے ثابت کیا۔

حوالہ جات

[1] Margoliouth.D.S., Mohammadanism.70

[2] کے، ایل، ناصر، پادری، قرآن شریف کے متن کا تاریخی مطالعہ، گوجرانوالہ، س۔ن، ص25

[3] الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان، مطبعہ البابی الحلبی، القاہرہ، س ن 1/253

[4] ایضاً، 1/354

[5] الملل والنحل، 2/76-88

[6] ایضاً

[7] ایضاً

[8] ایضاً، 2/77

[9] الجزری، ابوالخیر، النشر فی القراءات العشر، المکتبۃ التجاریہ، مصر، س ن، 2/38

[10] سیوطی، عبد الرحمان بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، الھئیۃ المصریہ العمامۃ، مصر، 1394ھ، 1/62

[11] ایضاً، 1/61

[12] ایضاً، 1/85

[13] الحدید: ۱۳

[14] قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، قاہرہ، 1967ء، 1/43

[15] گولڈ زیہر، مذاہب التفسیر الاسلامی، ترجمہ ڈاکٹر عبد الحلیم النجار، مکتبہ الخانجی، القاہرہ، مصر، 2008ء، ص ۴

[16] ابن قتیبہ ابو محمد بن عبد اللہ مسلم، تاویل مشکل القرآن، ، ت: السید احمد صقر، دارالتراث القاہرہ مصر، ط ۲، ۱۹۹۳ء ص ۲۵

[17] مذاہب التفسیر الاسلامی، ص ۵۳

[18] ہامش مذاہب التفسیر الاسلامی، ص ۴

[19] یہ حدیث متواتر ہے، دیکھئے: نظم المتناثر، ص ۱۱ بحوالہ: محمد بن عمر بن سالم بازمول، القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام، ۱/۳۱۵

[20] ابن حزم، الفصل فی الملل والاہواء والنحل، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، ط ۲، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء، ۲/۷۶

[21] القرافی، احمد بن ادریس، الاجوبۃ الفاخرۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2004، ص ۹۷ تا ۹۹

[22] تاویل مشکل القرآن، ص ۳۳

[23] عبد الفتاح عبد الغنی، القراءات فی نظر المستشرقین والملحدین، دار مصر للطباعۃ، مصر، 2012ء، ص ۱۸

[24] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاویٰ، مطبعۃ الرسالۃ سوریا، ط ۱، ۱۳۹۸ھ، ۱۳/۳۹۱

[25] آرتھر جیفری: The Quran as Scripture، ص ۱

[26] ایضاً

[27] تفصیل کے لیے دیکھئے: مقدمتان از آرتھر جیفری ص ۳۸

[28] مقدمتان از آرتھر جیفری، ص ۴۷

[29] ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص ۲۳

[30] Materials از آرتھر جیفری، ص ۲۔۱۵

[31] ایضاً، ص ۱۶

[32] Materials از آرتھر جیفری، ص ۷-۶

[33] الابانہ از ابو محمد القیسی، ص۹۷-۹۶

[34] ایضاً، ص۲۳-۲۲